



محدث فتویٰ
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال (۱) نیکی اور بدی کا خالق کون ہے؟ قرآن مجید میں ہے: خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں بلتا، تو بدی کرنے میں گرفت کیسی؟

خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے اور **نَحْنُ الْغُثَّاءُ الْيَبِسُ مِنَ الْجِبِلِّ الْوَرِيدِ** بھی ہے تو وحی کہاں سے اترتی تھی؟ (۲)

روح پاک چیز ہے یا پلید؟ اگر پاک ہے تو کافروں کو نبی کیوں کہا گیا۔ کیونکہ ان میں بھی روح ہے۔ اگر پلید ہے تو پاک کوئی بھی نہیں۔ (۳)

ہر چیز کی خواہش کرنے والا نفس ہے۔ اور نفس ہی کو موت ہے، تو بہشت و دوزخ کس کے لیے ہے: **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** (۴)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بندہ تھے یا خدا۔ قرآن میں ہے: **أَنفَعُ لِلدِّينِ الْعُلَمَاءُ** اور رسول کا نام محمد ﷺ ہے، جو مفعول کا صیغہ یعنی حمد کیا گیا تو خدا ہے۔ معلوم ہوا کہ محمد ﷺ خدا تھا۔ (۵)

اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کون کہتا ہے۔ کیا دنیا کو ہدایت کرنے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں؟ (۶)

ایلیس فرشتوں میں سے تھا یا کہ پہلے ہی الگ تھا؟ (۷)

کیا خالق غالب ہے یا مخلوق؟ (۸)

”قرآن کریم میں ہے: **لَنَسُجَّ لَّهٗ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ** ”ہر چیز زمین آسمان اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ (۹)

تو کافروں ہوا، کیونکہ وہ بھی زمین کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **أَنفَعُكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتُهَا**

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد

: قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں بلتا۔ ہاں کفار سے قرآن مجید نے یہ حکایت کی ہے

(نوشاء اللہ نا اشرکنا ولا اباؤنا ولا اخواننا من شئ) (پ ۸)

”اگر خدا چاہتا تو ہم نہ شرک کرتے نہ کسی شے کو حرام کرتے۔“

: اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا

(كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذٰقُوْا بِاَسْنٰكُلِّ حَلٍ عِنْدَ كُفْرٍ مِنْ عِلْمٍ فَخَرُّوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرٰصُوْنَ) (پ ۸)

پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح تکذیب کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ اے محمد! (ﷺ) کہہ دے کیا تمہارے پاس اس بات پر کوئی دلیل ہے، اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم محض گمان کی ”تا بعد اری کرتے ہو اور محض اٹکل کے پیچھے جاتے ہو۔“

اس آیت میں خدا نے زور سے تردید کی ہے کہ جو تم کرتے ہو، خدا نہیں کروں گا بلکہ یہ محض تمہارا خیال اور محض تمہاری اٹکل ہے اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ لیکن خالق ہونا اور شے ہے اور کاسب (کمانے والا) ہونا اور شے ہے۔ خدا اخلاق ہے بندہ کاسب (کمانے والا) ہے۔

ان دونوں میں کچھ فرق ہے۔ اس کو ہم تنظیم اہل حدیث کی جلد ۲ نمبر ۲۰ مورخہ ۲۶ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۳۳ء میں واضح کرچکے ہیں۔ یہاں وہیں سے نقل کیے دیتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

خلق نیست سے ہست کرنا اور عدم سے وجود میں لانا اور کسب بندہ کی طرف سے کسی امر کا قصد اور ارادہ ہونا اور اس کے قصد اور ارادہ کے مطابق خدا کی طرف سے اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہونا، کسب میں کچھ احتیاج کا شائبہ بھی ہے۔ یعنی اپنی کمی اور ضرورت پوری کرنے کے لیے قصد و ارادہ ہوتا ہے اس لیے بھی اس کی نسبت بندے کی طرف و ہستی ہے خدا کی طرف نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ علم و قدرت کے ساتھ ہر جگہ ہے۔ بذاتہ عرش پر ہے اور آیہ کریمہ : **نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** میں علم مراد ہے، یا فرشتے جیسے کہتے ہیں فلاں بادشاہ، فلاں بادشاہ سے لڑ رہا ہے۔ حالانکہ لڑنے والی فوج ہوتی (۲) ہے۔ آگے فرشتوں کو بھی ذکر ہے جو اعمال لکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے :

إِذْ يَتَلَفَّسُ الْمَتَلَفِّينَ عَنِ الْبَيْنِ عَنِ الشَّامِ قَعِيدٌ

”یعنی ہم اس وقت شاہ رگ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جب دولہنے والے بیٹھے ہولیتے ہیں۔“

حدیث میں ہے (۳) :

((كُلُّ مَوْلُودٍ لَدَى الْمَطْرِطَةِ فَالْوَاهِ يَهُودَانِ أَوْ نَصْرَانِ أَوْ مَجَانِ))

”ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی“

قرآن مجید میں بھی اس کا ارشاد موجود ہے :

فَطَرَهُ اللَّهُ أَتَقِي فِطْرَتَ النَّاسِ عَلَيْهَا لَا تَبْدِلْنَ تِلْكَ فِطْرَةَ اللَّهِ

”خدا کی فطرت (توحید) کو لازم پکڑو، جس پر لوگوں کو پیدا کیا اس کو نہ بدلو۔“

اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے وقت روح پاک ہوتی ہے، پھر شرک سے نجس ہو جاتی ہے۔

موت کے چمکنے سے مراد یہ ہے کہ بدن سے جان قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے (۴) :

(اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا)

”اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے۔“

نیز جب بہشت دوزخ میں داخل ہونے کا وقت ہوگا۔ روصیں بدنوں میں لوٹائی جائیں گی، قرآن مجید میں ہے :

(وَإِذَا السُّفُوفُ رُجِعَتْ)

”جب جانیں (بدنوں سے) ملائی جائیں۔“

! نیز خدا خالق ہے، وہ نیست سے بست کر سکتا ہے تو پھر بہشت دوزخ کس کے لیے کہنے کا کیا مطلب

: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کمالات کی بنا پر محمد کہا گیا ہے، وہ خدا کے دیے ہوئے ہیں۔ اس لیے محمد کی حمد عارضی ہے اور حقیقہ حمد خدا کے لیے ہے۔ پس محمد خدا نہ ہوا کیونکہ اس کے لیے حقیقی حمد نہیں۔ قرآن مجید میں ہے (۵)

(عَمَىٰ أَنْ يَنْتَكِبَ رَبِّكَ مَقَانًا مَحْمُودًا)

امید ہے خدا تجھے مقام محمود میں اٹھائے، اس آیت میں مقام کو محمود کہا ہے تو کیا وہ بھی خدا ہے۔

: اگر اس کو منطقی سراہ میں ادا کریں تو مخالفت کا دعویٰ یوں ہوگا :

((مُحَمَّدٌ مَحْمُودٌ وَكُلُّ مَحْمُودٍ اللَّهُ فَحَمْدُ اللَّهِ))

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا وسط مکر نہیں۔ کیونکہ صغریٰ میں محمود سے مراد ہے جس کے لیے عارضی حمد ہو۔ اور کبریٰ میں مراد ہے جس کے لیے حقیقی حمد ہو اور اگر کبریٰ میں بھی عارضی حمد ہو تو پھر کبریٰ کا ذب ہے۔

اس کے علاوہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں : **(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)** کا حاصل اللہ محمود ہے، اس صورت میں محمد محمود کو اس کے ساتھ ملا لیں تو شکل ثانی بنے گی۔ اور شکل ثانی میں اختلاف فی الکیفیت شرف ہے جو یہاں مفقود ہے پس فتح (نہیں ہوگی و فیہ نظر) (۱)

۱) فیہ اشارہ الی ان معنی الحمد لله رب العالمین ان کل حمد الله و مختص به فضل انکل محمود الله فخال (۱۲)

: اس کا ارادہ اللہ کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے :

(يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْسَكُمْ وَيُخَفِّضَ عَنْكُمْ سَنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ)

”خدا ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے لیے بیان کرے، اور تمہیں پہلے لوگوں کے طریقوں کی ہدایت کرے۔“

: اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا بندوں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ ہو بھی جاتی ہے۔ یعنی بندہ کو حق ناحق کا بتلانے سے پتہ لگ جاتا ہے۔ آگے خواہ قبول کرے یا نہ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے

(اَنَّا هَدَيْنَاۤهُ السَّبِيلَ اِلَّا شَاكَرًا وَّاَنَّا كَافُوْنَ ۚ ۲۸/۲۹)

ہم نے انسان کو ہدایت کی، آگے وہ شکر کرنے والا ہے یا کفر کرنے والا ہے، یہ ایک طرح کی ہدایت ہوئی۔

: دوم : الدلائل الموصلة : یعنی حق کو پہنچا دینا اور بندہ کے اختیار کے بغیر دل میں اس کو جگہ دینا۔ اس کا اللہ ارادہ نہیں کرتا۔ کیونکہ پھر بندہ فعل مختار نہیں رہتا۔ قرآن مجید میں ہے

(فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاۤهُمُ الْغَيْبَ ۚ ۸/۵)

”خدا چاہتا تو تمہیں سب کو ہدایت کر دیتا۔“

یعنی تمہارے اختیار کے بغیر محض قدرت کے تصرف سے تمہیں ہدایت والے بنانا چاہتا، جیسے فرشتوں کو ایسے ہی کیا ہے، تو تم سب ہدایت والے ہو جاتے۔ لیکن وہ اس طرح نہیں کرتا بلکہ تمہیں اپنے اختیار میں پرہیزوار ہے تاکہ اپنے اختیار سے نیکی بدی کر کے بدلے کے مستحق بنو۔ اگر جبر اُہدایت کر دیتا تو بندہ کے اختیار کو دخل نہ ہوتا تو پھر اس میں بندہ کا کیا کمال تھا اور وہ انعام کا مستحق کس طرح ہو سکتا۔ پس ضروری بات ہے کہ اللہ اس طرح کا ارادہ نہ کرے۔

قرآن مجید میں ہے : (كَانَ مِنَ الْجِنَّ) ”یعنی ابلیس جنوں میں سے تھا۔“ : (۵/۱۸) اس میں دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ فرشتوں کی ایک جماعت ہے، ان کو جن کہتے ہیں، ابلیس ان سے تھا۔ بعض کہتے ہیں زمین جنوں سے (۷) تھا۔ پہلے قول کی بنا پر فرشتوں سے تھا۔ دوسرے قول کی بنا پر کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں سے ملا دیا۔

خالق غالب ہے، اگر وہ محض اپنی قدرت کا تصرف کرے تو نہ ابلیس کچھ کر سکتا ہے نہ کوئی اور، ہاں اگر وہ فعل مختار بنا دے تو پھر دوسرے کے اختیار کا بھی دخل ہو جاتا ہے خواہ نیکی کرے یا بدی، جیسے اوپر نمبر ۶ میں بیان (۸) ہو چکا ہے۔

: تسبیح و طرح ہے ایک زبان قال سے، ایک حال سے، ثانی الذکر تو سب کرتے ہیں، اول الذکر بعض کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے (۹)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَخْتَارُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالنَّهْرِ وَاللَّيْلِ وَالْجِبَالِ وَالشَّجَرِ وَالْاَنْبِيَاۡ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ عَلٰۤی الْعَذَابِ

آسمان وزمین والے سورج، چاند، ستارے، درخت اور بہت لوگ یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، اور بہت لوگ پر (سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے) عذاب الہی ثابت ہو گیا ہے۔ (عبید اللہ امرتسری روپڑی رحمۃ اللہ علیہ) (تنظیم (۱) اہل حدیث لاہور جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۱۰)

هذا ما عندني والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 09 ص 116-120

محدث فتویٰ